اک شب آوارگی

خورشید اقبال

نصرت ظہیر

میری سمجھ سے اس دفعہ 'کتب نما' کی سب سے قیمتی کتاب یہی ہے۔افریقی افسانوں کے تراجم کا مجموعہ۔ جسے انٹرنیٹ پر اردو کے سب سے پرانے ویب ماسٹر اور اردو کی اولین ویب سائٹوں میں سے ایک 'اردو دوست' کے مالک و مدیر خورشید اقبال نے بڑی محنت سے ہم اردو والوں کے لئے تیار کیا ہے۔ یہ ان کی ترجمہ کاری کا پہلا نمونہ ہے جس میں انہوں نے بہت سے استاد مترجمین کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

افریقہ سے میرا ذہنی تعلق لڑکپن کے اس دور سے ہے جب میں دھڑا دھڑ رائیڈر ہیگرڈ کے ناول پڑھ رہا تھا۔ یہ سب ناول مظہر الحق علوی نے انگریزی سے اردو میں کئے تھے اور لکھنو کا نسیم بک ڈپو انہیں باقاعدگی سے چھاپ رہا تھا۔ تبھی سے افریقہ مجھے ہمیشہ fascinate کرتا رہا ہے۔ افریقی سماج، افریقی تہذیب اور افریقی حیات کے لئے اردو میں سب سے پہلی کھڑکی مظہر الحق علوی نے ہی کھولی تھی یا اب چالیس پینتالیس سال بعد خورشید اقبال نے یہ کام کیا ہے۔ تاہم اس میں فرق یہ ہے کہ مظہر الحق علوی نے رائیڈر ہیگرڈ، دانیال۔ پی۔ مانکس اور ولبر اسمتھ کے مہماتی ناولوں کے ذریعے افریقہ کے درشن کرائے تھے، جو دراصل ڈیڑھ سو برس پہلے کا افریقہ تھا اور جسے تاریک براعظم کہا جاتا تھا۔ جب کہ خورشید اقبال نے آج کے افسانوں کے ذریعے آج کے افریقہ کو اور اس کے آج کے دکھ درد کو محسوس کرانے کا کارنمایاں انجام دیا ہے۔

دیکھا جائے تو کیا کچھ نہیں ہے اس کتاب میں۔ 'عرض حال' میں خورشید اقبال نے ترجمے پر بات کی ہے۔ وہ مانتے ہیں کہ کسی بھی زبان کے ادب کو دوسری زبان میں منتقل کیا جاتا ہے تو اس کی اپنی روح ختم ہو جاتی ہے اور ایک طرح کا بوجھل پن اس پر حاوی ہو جاتا ہے۔ اس سے بچنے کے لئے انہوں نے ہر جملے کو ترجمہ کرنے کے بجائے re-write کرنے کا طریقہ استعمال کیا ہے جو ترجمے کا سب سے اچھا طریقہ مانا جاتا ہے۔ اس پر وہ بڑی خود اعتمادی سے کہتے ہیں، ''اتنا تو یقین ہے کہ میرا یہ انداز قارئین کو پسند آئے گا، لیکن ناقدین ادب کا رویہ کیا ہوگا، مجھے نہیں معلوم''۔ واہ بھئی خورشید اقبال صاحب۔ کیا سادگی ہے۔ اتنا بھی نہیں جانتے کہ کسی ادبی تحریر کو قارئین پسند کر رہے ہوں تو ناقدین ادب کا اس پر کیا تبصرہ ہوگا؟ خاص طور پر اردو کے ناقدین کا۔ وہ تو جناب، اعلیٰ ادب مانتے ہیں اسے جو کسی کی سمجھ میں نہ آئے اور جسے کوئی مفت میں بھی پڑھنے کو تیار نہ ہو۔ پھر آپ کی کیا اوقات ہے؟

افریقہ کے مختلف ملکوں کے افریقی ادیبوں کی 13 منتخب کہانیوں کے تراجم پر مشتمل اس کتاب میں اور بھی بہت کچھ ہے۔ حیدر قریشی، معید رشیدی، فیاض وجیہ اور خود خورشید اقبال نے تراجم کی اہمیت، افریقی ادب کی خصوصیات اور اس براعظم کے حالات کے بارے میں مختصر مضامین تحریر کئے ہیں جو شروع ہی میں افریقہ کے نقشے کے ساتھ دیئے گئے ہیں۔ آخر میں خورشید اقبال نے افریقی زبان اور افریقی ادب کا ایک تفصیلی تعارف اس قدر محنت سے تحریر کیا ہے کہ پڑھ کر حیرت ہوتی ہے۔ افریقی ادب پر ایک اجمالی نظر، عصری افریقی افسانے اور شامل انتخاب افسانہ نگار کے عناوین سے جو مضامین انہوں نے تحریر کئے ہیں ان کے لئے سرکاری اسکول میں پڑھانے والے اس ٹیچر کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری مل جانی چاہیے۔

افریقی ادب کو زبانی (oral) اور نوشتہ (written) ادب کے دو خانوں میں تقسیم کرنے کے بعد انہوں نے اس براعظم کی مختلف زبانوں اور

ان کے ادب کا جائزہ لیا ہے۔ براعظم میں رائج دیگر زبانوں مثلاً انگریزی، فرانسیسی، پرتگالی اور عربی کے افریقی ادب پر روشنی ڈالی ہے۔اس کے بعد ’عصری افریقی افسانے‘ کے عنوان سے ایک ایسا مختصر مقالہ تحریر کیا ہے کہ نوجوان اسکالر اس کا ہر ذیلی موضوع پر ایک تحقیقی مقالہ خورشید اقبال کی فراہم کردہ معلومات کی بنیاد پر لکھ سکتے ہیں۔ ذرا یہ ذیلی عنوان ملاحظہ فرمایئے: افریقی افسانوں کی زبان، افریقی افسانوں میں افریقیت، افریقی افسانوں میں قصہ گوئی کے عناصر، افریقی افسانوں میں طنزیہ عناصر، افریقی افسانوں میں روایت اور جدیدیت۔

اس پر مستزاد یہ کہ جن مصنفین کے افسانوں کے تراجم کتاب میں شامل کئے گئے ہیں ان کے کوائف بھی تصویروں کے ساتھ پیش کر دئے گئے ہیں۔ یعنی کل ملا کر خورشید اقبال نے سمندر کو دریاؤں میں، دریاؤں کو جھیلوں میں اور جھیلوں کو ایک کوزے میں بند کر کے رکھ دیا ہے۔ زندہ باد خورشید اقبال۔

ادب ساز، دہلی

جلد5، شمارہ15، 16، 17، 18

اپریل2010 تا مارچ2011

’کتب نما‘ صفحہ نمبر 327

Nusrat Zaheer,

T-37, Hudco Place, Andrews Gunj, New Delhi 110049. India